© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے اجتہاد کا طریق کار

ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی شعبۂ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

چودھویں صدی ہجری مسلمانوں کے عروج و انحطاط کی مختلف داستانوں کو سمیٹے ہوئے رخصت ہو چکی ہے۔ اور پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات پورے عالم اسلام میں بڑے جوش و خروش سے منائی جا رہی ہیں۔ الحمد للہ کہ چودھویں صدی میں پورے عالم اسلام میں بیداری کی جو لہر اٹھی ہے۔ اور اغیار کے مسلسل ظلم و ستم پر مسلمانانِ عالم میں جو ردِ عمل پیدا ہوا ہے۔ اس سے ایک خوشگوار رجحان کو بڑی تقویت ملی ہے۔ کہ اغیار کے افکار پر انحصار کرنے کی بجائے انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں کتاب و سنت سے براہِ راست رہنمائی حاصل کی جائے۔ اس وقت عالم اسلام بے شمار مسائل سے دو چار ہے۔ ان میں تجارت صنعت، زراعت اور آجر و اجیر کے باہمی روابط اور مفادات کے مسائل بھی ہیں۔ سیاست معیشت اور معاشرت کے مسائل بھی ہیں۔ تعلیم و تربیت اور ثقافت کے مسائل بھی ہیں، جن میں فقہ و قانون، عدالتی طریق کار اور عدل و انصاف کے نظام کو مؤثر طور پر فعال بنانے، قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور ان کے مؤثر نفاذ کے مسائل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے[1]

---

[1] حال ہی میں ۲۲ اگست ۱۹۸۰ء اسلام آباد میں علماء کنونشن اسی مقصد کے لیے بلایا گیا تھا جس کی صدارت خود صدرِ مملکت نے فرمائی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فطری طور پر ذہنوں میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ وہ اَن گنت مسائل جو کافی حد تک جدید تہذیب و تمدن اور مغربی افکار و نظریات کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں، کیا ان کا واقعی کوئی حل موجود بھی ہے یا نہیں۔

اگر ہم اس سوال کا جواب تاریخ کے آئینے میں دیکھیں۔ تو ہمیں واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی کے موقع پر اس وقت کی موجود دُنیا میں نظامہائے حیات بالکل مختلف تھے۔ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہدایتِ ربانی کے نچوڑ اور صحیفۂ فطرت قرآن کریم کی روشن تعلیمات سے اور اپنے حُسنِ عمل سے، عقائد و افکار، معاشرت، معیشت، قانون و سیاست، تعلیم و تربیت غرضیکہ ہر شعبۂ حیات میں جو تاریخی اور مثالی، عظیم انقلاب برپا کیا۔ وہ کسی بھی صاحبِ علم و دانش سے مخفی نہیں۔ اغیار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی عظیم کامیابی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ کہ محمدؐ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام رُوحانی اعتبار سے بھی اور دنیوی اعتبار سے بھی، پوری تاریخ عالم میں سب سے کامیاب ترین شخصیت ہیں۔ چنانچہ "HART" کے اپنے الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

"My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels" 2

---

2. Micheal H. Harl :- The 100-A ranking of the most influential persons in history New York 1978 p. 33

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس تمہید سے مقصود یہ ہے کہ قرآن حکیم اور سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں جو رہنما اور زریں اصول موجود ہیں۔ وہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے ہر شعبۂ حیات میں کامل رہنمائی کے لیے کافی ووافی ہیں۔ ہاں زمانے کی گردش، مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کے اِمتزاج یا تصادم سے نئے ابھرنے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ طریق کے مطابق اجتہاد سے کام لینا ہوگا۔ علامہ خضری نے اپنی کتاب "تاریخ التشریع الاسلامی" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اجتہادات کی مختلف مثالیں پیش کی ہیں[1]

احادیث کے معتبر و مستند مجموعوں میں بکثرت ایسی روایات ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ذاتی اجتہاد سے کسی ایک مسئلے کو واضح فرمایا۔ بلکہ علت و معلول کے باہمی ربط اور اُن وجوہ و اسباب کی نشاندھی بھی فرمادی جو اس مسئلے میں اجتہاد کی بنیاد و اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ شواہد بھی موجود ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو عہدِ نبوی میں اجتہاد کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان میں جلیل القدر صحابی خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام سرِفہرست ہے۔ اور بقول ڈاکٹر حمید اللہ:

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان کو مدینہ میں مفتی مقرر فرمایا تھا کہ جس کسی کو کسی مسئلہ کے متعلق قانون اسلام دریافت کرنا ہو۔ عام طور سے انہیں سے رجوع کریں۔ اور یہ واحد شخص ہیں۔ جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے[2]

---

[1] الشیخ محمد الخضری: تاریخ التشریع الاسلامی۔ طبع مصر ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۶ تا ۲۹۔

[2] ڈاکٹر حمید اللہ: امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، کراچی، N.D، صفحہ نمبر ۱۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیل القدر صحابی اور خلیفہ راشد حضرت علیؓ کو نہ صرف یہ کہ اجتہاد اور قضا کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بلکہ قضا کے اصول بھی بتائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی خود اپنی روایت ہے۔

"بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن قاضیاً، فقلت: یارسول اللہ! ترسلنی وانا صغیر السن ولا علم لی بالقضاء؟ فقال: ان اللہ سیہدی قلبک ویثبت لسانک، اذا تقاضی الیک رجلان، فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر فانہ احری ان یتبین لک القضاء" [1]

اسی طرح حضرت معاذ بن جبل کی وہ مشہور روایت ہے۔ جس کا تذکرہ اکثر و بیشتر اجتہاد کے تعلق میں کیا جاتا ہے۔ [2]

یہاں اس حقیقت کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سرزمین حجاز کے مکینوں میں فطری سادگی تھی۔ اس لیے ابھی پیچیدہ مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے۔ لیکن سلطنت اسلامی کی روز بروز وسعت کے ساتھ ساتھ جب بے شمار ممالک اور علاقے اسلام کی نورانیت سے منور ہو گئے۔ اور مختلف تہذیبوں اور تمدنوں سے تعلق رکھنے والے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ تو نئے پیچیدہ مسائل ابھرے جنہیں یا تو خلافت راشدہ میں اجتماعی طور پر صحابہ کرام کی مشاورت سے حل کیا گیا یا پھر انفرادی سطح پر فتوے دیئے گئے۔

---

[1] الشیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی: مشکاۃ المصابیح، طبع دمشق ۱۹۶۱ء الجزء الثانی صفحہ ۳۲۵۔

[2] ایضاً، صفحہ ۳۲۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر صبحی محمصانی کے بقول فتویٰ دینے اور مقدمات فیصل کرنے کا کام سب سے پہلے خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت علیؓ بن ابی طالب نے شروع کیا۔ ان میں سے حضرت عمرؓ فاروق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں ان میں سے بعض مختلف اسلامی ملکوں میں پھیل گئے۔ ان میں سے بعض صحابہ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مکے میں حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مدینے میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کوفے میں اور حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص نے مصر میں، ہر ایک شہر میں ان صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ کا رواج ہوا۔ جو وہاں آباد ہو گئے تھے [۱]

مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر کبار صحابہ کے فتووں میں کہیں کہیں اختلاف بھی نظر آتا ہے۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں [۲]

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں [۳] اور عصر حاضر میں علامہ خضری مرحوم نے صحابہ کرام کے فتووں میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور انکے وجوہ و اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ [۴]

یہاں اس امر کا ذکر مناسب معلوم ہوگا کہ عہد نبوی یا خلافت راشدہ کے دور میں بلکہ عہد عباسی کے ابتدائی دور تک اسلامی قانون کی سرکاری

---

[۱] صبحی محمصانی: فلسفۃ التشریع فی الاسلام بیروت، ۱۹۶۱ء، ص ۳۳، ۳۴۔

[۲] ابن خلدون: مقدمہ، اردو ترجمہ ص ۴۶۹۔

[۳] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ، برہان الہیٰ) لاہور، حصہ اول ص ۲۷۵۔

[۴] [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سطح پر تدوین نہیں ہوئی۔ چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ نے بجا طور پر یہ لکھا ہے کہ

"عہد نبوی مسلمانوں کا دور قانون سازی تھا۔ اس کے بعد تعبیر و توسیع کا سلسلہ تو جاری رہا۔ لیکن خالص قانونی احکام کا مجموعہ تیار کرنے کی کوئی سرکاری کوشش نہ ہوئی۔ اگرچہ خلفاء کی سرپرستی بلکہ خود ان کی خواہش پر بعض خانگی مجموعے تیار ہوئے۔ جس کی ایک مثال خود امام مالکؒ کی مؤطا کا خلیفہ منصور کی خواہش پر مرتب کرنا ہے۔" دیکھئے زرقانی کی شرح مؤطا کا مقدمہ" لیکن ان کو کبھی سرکاری طور پر قانونِ ملک کے طور پر نافذ کر کے عدالتی و انتظامی افسرانِ مملکت کو انہیں کا پابند کر دینے کی صورت پیش نہ آئی۔ ایسے مجموعے صرف ایک درسی کتاب کی حیثیت حاصل کر سکے۔ جن سے حسبِ ضرورت حکام عدالت وغیرہ بھی مدد لیتے تھے۔" [1]

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطنت اسلامی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ اور اس دوسرے مرحلے میں پہلے سے کہیں زیادہ پیچیدہ مسائل پیش آئے جنہیں حل کرنے کے لیے فقہائے کرام کمربستہ ہوئے۔ ان میں آئمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام جعفر الصادقؒ خاص طور پر مشہور ہیں۔ جنہوں نے بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں اور شب و روز محنت اور انتھک کوششوں سے فقہ اسلامی کے پودے کی آبیاری کی۔ لیکن مذاہب فقہ میں سے سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت فقہ حنفی کو حاصل ہوئی چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ نے امام

---

[1] امام ابو حنیفہ کی تدوین قانونِ اسلامی، کراچی ص ۸ تا ۱۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعظم ابوحنیفہ کے تعارف میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔

"ABU - HANIFA "d - 767" Founder of the Hanfi school of law, to which almost 80 percent of the muslims in the world adhere" 12

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے فقہ حنفی کی ابتداء کا ذکر اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مختصر تعارف ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"مذہب حنفی کوفہ میں پیدا ہوا۔ جس کے بانی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔ جو امام اعظمؒ کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی علمی زندگی کی ابتدا علم کلام کے مطالعہ سے ہوئی۔ پھر آپ نے اہل کوفہ کی فقہ اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰ھ) سے پڑھی۔ عملی زندگی کے لحاظ سے آپ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے۔ علم کلام اور پیشہ تجارت نے آپ میں عقل و رائے سے استصواب کرنے، احکام شرعیہ کو عملی زندگی میں جاری کرنے اور مسائل جدیدہ میں قیاس و استحسان سے کام لینے کی صلاحیت تامہ پیدا کر دی تھی۔" ؎۲

یہاں اس امر کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ کوفہ اور بصرہ دونوں شہر حضرت عمرؓ کے حکم سے بسائے گئے۔ اور صحابہ کی ایک جماعت ان شہروں میں آباد ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے کوفہ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو معلم اور مفتی بنا کر بھیجا۔

---

12. Dr. Hamiduliah - Introduction to Islam Lahore 1974 page 267

؎۱ صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلام، بیروت ۱۹۶۱ ص ۴۱۔
؎۲ ایضاً، ص ۴۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت علیؓ نے ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ ان دونوں کے تلامذہ اور پھر ان کے تلامذہ نے علم فقہ کے فروغ و اشاعت میں عظیم خدمات انجام دیں۔

چنانچہ فقہ حنفی کا زیادہ تر انحصار حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتووں پر ہے

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے طریق اجتہاد کو زیر بحث لانے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام اعظمؒ کی شخصیت، علم فقہ کے ساتھ آپ کی وابستگی، اور آپ کی اِجتہادی بصیرت کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے۔

علامہ خیر الدین الزرکلی نے اپنی مشہور کتاب الاعلام میں یہ بیان کیا ہے کہ ابو حنیفہؒ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ [1]

دکتور محمد یوسف موسیٰ نے آپؒ کی ولادت کے بارے میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ ۶۱ھ میں پیدا ہوتے۔ لیکن علامہ الموفق المکی کے حوالہ سے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے [2]

پروفیسر ابو زہرہ کے بقول آپ کی پرورش ایک خالص اسلامی گھرانے میں ہوئی [3]

خطیب بغدادی کے قول کے مطابق ابو حنیفہؒ کے والد ثابت حضرت علیؓ بن ابی طالب

---

[1] خیر الدین الزرکلی، الاعلام۔ الجزء التاسع۔ ص ۴۔ خطیب بغدادی نے بھی ابو نعیم کے حوالے سے لکھا ہے۔ "ولد ابو حنیفہ سنۃ ثمانین بلا مائۃ ومات سنۃ خمسین ومائۃ وعاش سبعین سنۃ۔" (تاریخ بغداد ج۔ ۱۳۔ ص ۳۳۰۔

[2] الدکتور محمد یوسف موسیٰ، محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (۳) (ابو حنیفہ النعمان ومذہبہ فی الفقہ) قاہرہ ۱۹۵۶ء، ص ۳۳۔

[3] ابو زہرہ، ابو حنیفہ۔ حیاتہ وعصرہ وآراءہ وفقہہ (اردو ترجمہ) ص ۴۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب کہ آپ ابھی کمسن تھے۔ تو آپ نے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی خطیب بغدادی کے اپنے الفاظ میں۔

"وذهب ثابت الی علی بن ابی طالب وهو صغیر فدعاله بالبرکة فیه وفی ذریته" [۱]

الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات اور تجارت میں آپ کی امانت و دیانت کا ذکر کرنے کے بعد علم فقہ کی طرف آپ کے میلان کی مختلف روایات بیان کی ہیں۔ [۲]

لیکن ان روایات میں سب سے زیادہ مشہور وہ روایت ہے۔ جو خود ان سے مذکور ہے۔ چنانچہ پروفیسر ابو زہرہ نے مختلف علوم کے بارے میں امام اعظمؒ کے تاثرات بیان کرنے کے بعد ان کے فقہ کی طرف میلان کا ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ نے فرمایا:

"بعد ازاں میں نے فقہ کی ورق گردانی شروع کی۔ جوں جوں تکرار و اعادہ ہوا۔ اس کا رعب بڑھتا ہی گیا۔ اور اس میں مجھے کوئی حرج دکھائی نہ دیا۔ میں نے سوچا کہ تحصیل فقہ میں علماء و مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاق عالیہ سے آراستہ ہونے کے مواقع میسر آئیں گے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ اداء فرض اقامتِ دینِ متین۔ اظہار عبودیت اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص فقہ کے ذریعہ دنیا کمانا چاہے تو بڑے بلند مناصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ اور اگر تخلیہ وعبادت کا آرزومند ہو

---

[۱] خطیب بغدادی۔ تاریخ بغداد مصر ۱۹۳۱ء۔ جلد ۱۳، ص ۳۲۶۔

[۲] الدکتور محمد یوسف موسیٰ۔ محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (۳) ص ۳۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ حصول علم کے بغیر مشغول عبادت ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ صاحب علم فقہ اور علم کی راہ پر گامزن ہے"۔ لہ

یہاں امام اعظمؒ کے اس فقرے پر شاید کسی ذہن میں یہ خلش پیدا ہو کہ کوئی شخص فقہ کے ذریعے دنیا کمانا چاہے۔ تو وہ بڑے بلند مناصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ تو اس شبے کا ازالہ اس واضح اور اہم تاریخی واقعے سے ہوتا ہے۔ کہ آپ نے منصب قضا کو ٹھکرا کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ قید میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔ خطیب بغدادی نے اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"کہ جب ابو جعفر منصور نے امام اعظم کو بلایا اور عہدۂ قضا پیش کیا۔ تو آپ نے انکار کیا۔ اس نے آپ کو مجبور کر دیا۔ ایک روز بلایا۔ پھر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے "جان چھڑانے کی غرض سے" فرمایا۔ لا اصلح للقضاء "میں قضا کا اہل نہیں ہوں" منصور نے کہا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ پھر آپ کو دوبارہ منصب قضا پیش کیا۔ تو امام اعظمؒ نے فرمایا۔ "امیر المومنین نے اس وقت خود فیصلہ فرما دیا کہ میں قضا کا اہل نہیں جب مجھے کذب کی طرف منسوب کر دیا۔ اگر میں کاذب ہوں۔ تو قضا کا اہل نہیں ہوں اور اگر میں صادق اور سچا ہوں۔ تو میں نے از خود امیر المومنین کو اس امر سے آگاہ کر ہی دیا ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں"۔

خطیب بغدادی کے الفاظ یہ ہیں:

لہ ابو زہرہ: ابو حنیفہ۔ حیاۃ وعصرہ وآرائہ وفقہہ (اردو ترجمہ حیات حضرت امام ابو حنیفہ) ص ۵۰۔ ۵۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"فقال ابوحنیفة: "قد حکم علی امیر المؤمنین انی لا اصلح للقضاء لانه ینسبنی الی الکذب، فان کنت کاذباً فلا اصلح۔ وان کنت صادقاً فقد اخبرت امیر المؤمنین انی لا اصلح"۔ چنانچہ منصور نے آپ کو پھر جیل میں بھجوا دیا۔[1] خطیب بغدادی نے اس امر کی صراحت کی ہے۔ آپ کی وفات جیل میں ہوئی۔

"والصحیح انہ توفی وھو فی السجن"۔[2]

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے علم فقہ کا انتخاب اس لیے فرمایا کہ عظیم دینی اور ملی خدمت انجام دے سکیں۔ ورنہ آپ کی طبیعت پر زہد و تقویٰ کا رنگ غالب تھا۔ سید مخدوم علی ہجویریؒ کی کشف المحجوب میں آپ کے زہد و ورع کی طرف طبعی میلان کا اشارہ ملتا ہے۔ انہوں نے امام اعظم کو ان الفاظ میں ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے۔

"امام اِماماں و مقتدائی سُنیاں شرفِ فقہا و عزِ علماء ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ وی را اندر مجاہدت و عبادت قدم درست بودہ است و اندر اصول ایں طریقت شانی عظیم داشت"۔[3]

سید مخدوم علی ہجویری لکھتے ہیں کہ آپ ایک روز خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

---

[1] خطیب بغدادی۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۳، ص ۳۲۸۔

[2] ایضاً۔

[3] سید مخدوم علی بن عثمان ہجویریؒ "کشف المحجوب"، لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۹۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"کہ تم میری سنت کو زندہ کرو گے۔ اس لیے عزلت اور گوشہ نشینی اختیار نہ کرو"۔[1]

المختصر یہ کہ ابو حنیفہؒ کی پوری زندگی ایک طرف زُہد و تقویٰ سے مزیّن، اخلاق فاضلہ سے آراستہ[2] اور امانت و دیانت[3] کی آئینہ دار ہے۔ تو دوسری طرف علم و تحقیق، تدوین فقہ اور شب و روز نئے مسائل میں غور و فکر اور بحث و تمحیص اور اجتہادی مساعی کی عکاسی کرتی ہے اور بقول ڈاکٹر صبحی محمصانی وفورِ علم کی بنا پر انہیں امام اعظمؒ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔[4]

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد[5] میں اور خیر الدین الزرکلی نے الاعلام[6] میں امام شافعیؒ کے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے عہد ر الائمہ الموفق المکی کے حوالے سے محمد بن ابی مطیع کے والد کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کوئی چار ہزار مشکل سوالات مرتب کئے۔ جو ہر فن یا مختلف واقعات سے متعلق تھے۔ وہ ابو حنیفہ کی فراغت کے انتظار میں رہا کرتے تھے چنانچہ رفتہ رفتہ تمام سوالات ختم ہو گئے۔[7]

۱؎ سید مخدوم علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب لاہور، ۱۹۶۸ء ص ۹۸۔

۲؎ الدکتور محمد یوسف موسیٰ؛ محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی، قاہرہ ۱۹۵۶ء ص ۴۸، ص ۵۲۔

۳؎ ایضاً۔ ص ۳۴۔

۴؎ صبحی محمصانی۔ فلسفۃ التشریع فی الاسلام، ص ۴۲۔

۵؎ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۴۶۔

۶؎ الاعلام، ص ۹، ص ۵۔

۷؎ امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی۔ ص ۳۴، نیز دیکھئے۔

الموفق المکی؛ مناقب الامام الاعظم۔ حیدر آباد الدکن ۱۳۲۱، الجزء الاول ص ۱۴۱ - ۱۴۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن خلدون نے مقدمہ میں امام اعظم کی اجتہادی بصیرت کو ان الفاظ میں ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے۔

"اہل عراق کے امام اور مذہبی پیشوا امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت جن کا مقام فقہ میں اتنا اعلیٰ وارفع ہے کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکا۔" [۱]

امام اعظمؒ کے اجتہاد کے طریق کار کا جائزہ لینے سے قبل اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ حضورؐ کے فوری بعد خلافت راشدہ میں اجتہاد کا طریق کار کیا تھا۔ علامہ محمد خضری مرحوم، صحابہ کرامؓ کے طریق اجتہاد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ "یہ لوگ اپنے فتاویٰ میں صرف دو چیزوں پر اعتماد کرتے تھے۔ اولاً قرآن حکیم کیونکہ وہی دین وملت کی بنیاد ہے اور چونکہ وہ ان ہی کی زبان میں نازل ہوا تھا اس لیے وہ اس کو نہایت واضح طور پر سمجھتے تھے۔ نیز ان کو خصوصیت کے ساتھ اسباب نزول کا علم تھا اور اس وقت عرب کے علاوہ اور کوئی شخص ان میں شامل نہیں ہوا تھا۔ ثانیاً حدیث چنانچہ جب کوئی حدیث مل جاتی تھی۔ تو وہ لوگ بالاتفاق اس کا اتباع کرتے تھے۔ اور جو شخص اس کی روایت کی تصدیق کرتا تھا۔ اس پر اعتماد کرتے تھے۔ اس بنا پر جب حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ پر نظر ڈالتے۔ اور اگر اس میں اس کا حکم مل جاتا۔ تو اسی پر فیصلہ کرتے۔ لیکن اگر کتاب اللہ میں وہ حکم نہ ملتا۔ تو حدیث پر نظر دوڑاتے اور اگر ان کے پاس کوئی قابلِ فیصلہ حدیث ہوتی۔ تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے۔ لیکن اگر تلاش کے بعد بھی حدیث نہ ملتی۔ تو لوگوں سے دریافت فرماتے کہ اس مسئلے میں تم کو رسولؐ اللہ کا کوئی فیصلہ معلوم ہے؟

---

[۱] ابن خلدون، مقدمہ (اردو ترجمہ)، کراچی، ص ۴۶۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حالت میں اکثر لوگ اٹھ کر کہتے کہ آپؐ نے اس معاملہ میں یہ فیصلہ کیا ہے۔[۱]

جہاں تک خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق کے عہد کا تعلق ہے تو حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن اگر ان کو وہ مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ ملتا۔ تو اس کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کا فتویٰ دریافت فرماتے۔ اگر حضرت ابوبکرؓ کا کوئی فیصلہ موجود ہوتا۔ اور ان کو اس کے خلاف کوئی بات معلوم نہ ہوتی۔ تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا طرز عمل بھی یہی تھا۔[۲]

دیگر صحابہ کرام کے سامنے مسائل بھی پیش ہوتے تھے جن کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی تصریح نہیں ہوتی تھی۔ اس حالت میں ان کو مجبوراً قیاس کرنا پڑتا تھا۔ جس کو لوگ رائے سے تعبیر کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ جب قرآن مجید میں کوئی تصریح نہ پاتے۔ اور لوگوں کے پاس حدیث بھی نہ ملتی تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیتے اور جب کسی چیز پر ان کا اتفاق رائے ہو جاتا۔ تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے۔ حضرت عمرؓ کا طرز عمل بھی یہی تھا۔[۳]

علامہ خضریؒ کے اس قدر طویل اقتباس سے جو بات واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں سب سے پہلے کتاب و سنّت کو پیش نظر رکھا جاتا۔ پھر اقوال صحابہ کو نظائر (PRECEDENTS) کے طور پر ملحوظ رکھا جاتا اور تیسرا اہم ذریعہ جس سے مسائل کو حل کیا جاتا تھا۔ اہل علم وفضل صحابہ کی مجلسِ مشاورت تھی۔

امام اعظم کے طریق اجتہاد کا اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے۔ تو ان کے اجتہاد کے طریق کار

---

[۱] علامہ خضری، تاریخ التشریع الاسلامی، ص ۱۱۳-۱۱۴۔

[۲] ایضاً۔

[۳] ایضاً۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بھی ہمیں یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے امام اعظمؒ کے اجتہاد کے طریق کار کے ضمن میں خود ان کا اپنا قول پیش کیا ہے۔

اذا لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنّۃ رسول اللہ۔
نظرت فی اقاویل اصحابہ ولا اخرج عن قولھم الی قول
غیرھم۔ فاذا انتھی الامر الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین
والحسن وعطاء وسعید بن جبیر فقوم اجتھد وا فاجتھد کما اجتھدوا۔"[1]

صدر الائمہ الامام الموفق بن احمد المکی نے اپنی مشہور کتاب مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؒ میں اسی مضمون کو معمولی تغیرِ الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے[2] امام اعظمؒ کے اجتہاد کا اولین مدار قرآن حکیم تھا۔ صدر الائمہ نے چند روایات نقل کی ہیں جن سے امام اعظم کا قرآن حکیم سے گہرا شغف ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" ان اباحنیفۃؒ کان فی ابتداء امرہ مواظبًا علی قرأۃ القراٰن
فکان یختم القراٰن فی کل یوم مرّۃ فلما اشتغل
باستخراج الاصول واستنباط المسائل واجتمع عندہ
الاصحاب ما امکنہ ختم القراٰن الا فی ثلثۃ ایام"[3]

---

[1] ابن عبد البر۔ الانتقاء۔ القاہرہ ۱۳۵۰ھ، ص ۱۴۳۔ بحوالہ صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلام۔ بیروت ۱۹۶۱ء، ص ۴۲، نیز دیکھئے الدکتور محمد یوسف موسیٰ، محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی۔ (۳) ص ۶۲۔ ۶۳۔

[2] الموفق المکی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ۔ حیدر آباد دکن ۱۳۲۱ھ الجزء الاول ص ۸۹۔

[3] ایضاً ص ۲۴۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گویا مصروف ترین ایام میں بھی تین روز میں ـــــ ایک دفعہ پورے قرآن حکیم کے مضامین آپ کی نگاہ سے گزر جاتے تھے ڈاکٹر حمید اللہ نے امام اعظمؒ سے متعلق بڑی پیاری بات کہی ہے کہ حقیقت میں ان کو قرآن حکیم سے عشق تھا۔ وہ صدر الائمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"کہ جب کبھی کسی نہایت دقیق مسئلے پر غور کرنا ہوتا تو وہ تخلیے میں اپنے تین مخصوص شاگردوں کو لیتے۔ جن میں سے ایک خوش الحانی سے کچھ آیات کی تلاوت کرتا پھر ابو حنیفہ ان سے اس مسئلے میں باہم بحث کرتے۔" لے

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ جو بعض حضرات کی طرف سے امام اعظم کے متعلق اکثر ذکر کی جاتی ہے کہ انہیں علم حدیث میں رسوخ حاصل نہ تھا۔ الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے اس اعتراض کو نقل کر کے متعدد اہل علم کے اقوال کے حوالوں سے اس غلط فہمی کا شافی ازالہ کر دیا ہے۔ ان میں سے صرف ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

"ویقول ابو یوسف اکبر اصحابه. ما رأیت احدًا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیه من الفقه من أبی حنیفة، کما یقول فی مناقبه أخری: وکان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی." لے

الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے اس ضمن میں ابو عصمۃ کے حوالے سے خود امام اعظمؒ کا

لے الموفق المکی: ص ۹۶۔ ڈاکٹر حمید اللہ: امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی ص ۲۵۔

لے الدکتور ابو یوسف موسیٰ: محاضرات فی تاریخ الفقه الاسلامی (۳) ص ۶۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ قول نقل کیا ہے۔

"ماجاء ناعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلناہ علی الرأس والعینین، وماجاء ناعن اصحابہ رحمہم اللہ اخترنا منہ ولم نخرج عن اقوالھم، وماجاء نا عن التابعین فھم رجال ونحن رجال"۔ [1]

کتاب وسُنّت کے بنیادی ماخذ کے علاوہ صَحابہ کرام کے قضایا اور فتاویٰ فقہ حنفی کی اساس ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ امام اعظمؒ کے طریق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اصل و اساس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے اور حضرت علیؓ کے قضایا اور فتوے اور قاضی شریح کے قضایا اور فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔ انہوں نے اسی سے حسب توفیقِ الٰہی مسائل فقہ جمع کئے"۔ [2]

امام اعظمؒ کے طریق اجتہاد کے ضمن میں ایک اور خاص قابل ذکر امر یہ بھی ہے کہ آپ عظیم اجتہادی بصیرت، فراست و فطانت اور خداداد تخلیقی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود اپنے رفقائے کار کی مجلس مشاورت منعقد کرتے اور اس میں مسائل کو حل فرماتے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول "کوفہ کی مسجد میں وقف کی چار سو دو آئیں طلبہ کے لیے رہتی تھیں۔ [3]

---

[1] الدکتور ابویوسف موسیٰ: محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (۳) ص ۶۳۔

[2] شاہ ولی اللہ الدہلوی۔ حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ برہان الٰہی) صفحہ ۳۸۱۔

[3] امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ص ۳۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ ابن البزاز الکردری نے جہاں امام اعظم کو "السابق لتدوین علوم الشریعۃ۔ اور فکان اول من دونہا" قرار دیکر فقہ اسلامی کی تدوین میں انکی سبقت اور شرف کا ذکر کیا ہے۔ وہاں انکی اس خصوصیت کا بھی ذکر آیا ہے کہ انکو اکابر تلامذہ کا ایک ایسا حلقہ نصیب ہوا۔ جو نہ کبھی ان سے پہلے کسی امام کو حاصل ہوا۔ اور نہ ہی ان کے بعد کسی کو حاصل ہوا۔ چنانچہ ان تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے۔ انہوں نے آپ کے چند خاص مایہ ناز شاگردوں کے نام گنوائے ہیں۔ مثلاً ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی۔ امام زفر، امام الحسن بن زیاد، امام وکیع بن الجراح۔ امام عبداللہ بن المبارک، امام بشر بن زیاد، امام وکیع بن یزید الدزدی الشیخ داؤد الطائی، یوسف بن خالد مالک البجلی، نوح بن ابی مریم، ان اسماء کا ذکر کرنے کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:

"فوضع امام الانام مذهبه شوریٰ بينهم ولم يستبد فيه بنفسه دونهم اجتهاداً فی الدين"

گویا امام ابوحنیفہ نے انفرادی کوشش اور تنہا استبدادی رائے کی جگہ مذہب کو مشورے پر منحصر کر دیا تھا۔ لہ

علامہ ابن البزاز الکردری نے اصولی طریق کار کے ساتھ ساتھ امام اعظم کے عملی طریق پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"فکان يطرح مسئلة ثم مسئلة لهم يسأل ما عندهم و يقول ما عنده ويناظرهم فی کل مسئلة شهراً او اکثر

لہ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری۔ مناقب الامام الاعظم، حیدرآباد دکن، ۱۳۲۱ھ ص ۴۹-۵۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ویاتی بدلائل انور من السراج الازہر" اور اس بحث و تمحیص اور اتفاق کے بعد اس مسئلے کو لکھ لیا جاتا[1]

ڈاکٹر حمید اللہ نے علامہ الموفق المکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس طرح پانچ لاکھ مسئلے مرتب ہوئے۔ جن میں سے اڑتالیس ہزار کا تعلق عبادات سے ہے اور باقی کا معاملات سے ہے۔[2]

الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے امام اعظمؒ کے اصول اجتہاد کو جامع مگر انتہائی مختصر انداز میں ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"یتبیّن لنا ان اصول مذھبہ کانت: القرآن والسنۃ و الاجماع، والقیاس ولما الیہ من الاستحسان[3]

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ[4] میں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ[5] میں اور پروفیسر ابو زہرہ[6] نے امام اعظم اور ان کے تلامذہ کے طریق اجتہاد و استنباط

---

[1] محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری مناقب الامام الاعظم، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۱ھ ص ۵۰-۵۱۔

[2] امام ابو حنیفہؒ کی تدوین قانون اسلامی ص ۳۹۔ مزید دیکھئے۔ علامہ الموفق المکی۔ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ۔ الجزء الثانی، ص ۱۳۷۔

[3] الدکتور محمد یوسف موسیٰ، محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (۳) القاہرہ ۱۹۵۶ء ص ۶۳۔

[4] ابن خلدون، مقدمہ (اردو ترجمہ) ص ۷۶۹ [5] حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ: برہان الٰہی، حصہ اول، ص ۳۸۶-۳۸۷۔

[6] ابو زہرہ۔ حیات حضرت امام ابو حنیفہ (اردو ترجمہ) ص ۳۳۱-۳۳۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تخریج مسائل میں ان کی مہارت کی بے حد تعریف کی ہے۔

مقالے کے آخر میں اس گذارش کو پھر دہرانا چاہتا ہوں۔ کہ آج عالم اسلام پھر بیشمار مسائل سے دوچار ہے۔ لیکن تہذیب وافکارِ مغرب کے زیر اثر، مسلم ممالک نے اسلام کے اُس بے مثال قانون کو جو اپنے دور میں قانون حمورابی، قانون موسوی، قانون یونانی اور قانون رومی پر چھا گیا تھا۔ اور جس نے ایک اعلیٰ وارفع قانون ہونے کی حیثیت سے پوری دنیا سے اپنی عظمت کا لوہا منوایا تھا، اُسے فراموش کر کے فرانس، سوئٹزرلینڈ اور دیگر مغربی قوانین سے خوشہ چینی کی ہے اور اس وقت بلادِ اسلامیہ میں مروج بیشتر قوانین کسی نہ کسی مغربی قانون سے ماخوذ ہیں۔ حتیٰ کہ آج مصر، عراق اور شام میں سود کو الفوائد المتفق علیہا کے نام دے کر جائز قرار دیا گیا ہے۔

وقت کا تقاضا ہے کہ امام اعظم کے اجتہاد کے طریق کو پیش نظر رکھتے ہوئے کتاب سنت اور اقوال صحابہ کی روشنی میں باہمی مشاورت سے دورِ حاضر کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جائے۔ دور حاضر میں باہمی مشاورت کا یہ طریق ممکن ہو سکتا ہے کہ اسلامی ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں علماء کونسلیں قائم کی جائیں جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ ساتھ سکالرز اور ماہرین بھی شامل ہوں۔ اور وہ مسائل کے فنی اور شرعی پہلوؤں پر خوب غور و فکر کر کے مسائل کا حل پیش کریں۔ یہ نتائج و ثمرات پھر بین الاقوامی علماء کونسل (INTERNATIONAL ULEMA CONCIL) جس کا مرکزی مقام جدہ یا اسلام آباد ہو سکتا ہے ہمیں مزید غور و خوض کے لیے پیش ہوں۔ اس طرح افکار و آراء کا عطر نچڑ کر مرکز میں پہنچ سکتا ہے۔ بہرکیف کاسۂ گدائی لے کر اغیار کے افکار و آراء کی خوشہ چینی کے بجائے موثر اور فعال جد و جہد سے ہم اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسائل کو آج بھی بفضلہ تعالیٰ حل کر سکتے ہیں لیکن اِن کے لیے خواہش و ارادہ کافی نہیں عزمِ صمیم کی ضرورت ہے۔ بقول علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ؎

مِثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طُور سے آتی ہے، بانگِ لَاتَخَفْ

© rasailojaraid.com